منتخب کلام: **عرشؔ صہبائی**

عکسِ جمال

مرتبہ: **ڈاکٹر شاہ نواز** **ڈاکٹر رفیق انجمؔ**

پیشکش:

جموں کشمیر انجُمن ترقی گوجری ادب

جملہ حقوق بحقِ انجمن محفوظ

نام کتاب : **عکسِ جمال**

مصنف : عرش صہبائی

کمپوزنگ : ڈاکٹر راشدؔ، شبیر احمد

انتخاب و ترتیب : ڈاکٹر رفیق انجمؔ

سرورق : جاوید اقبال

اشاعت : ۲۰۰۷ء

تعداد : ۵۰۰

قیمت : ۲۵۰ روپے

پریس : جے کے آفسیٹ پرنٹرز دہلی

ناشر : جموں کشمیر انجمن ترقی گوجری ادب

پتہ : ۱۔ کتاب گھر، کنال روڈ جموں، مولانا آزاد روڈ سرینگر
۲۔۵۳، ریشم گھر کالونی جموں ۱۸۰۰۰۱ جموں و کشمیر

نئی نسل کے نام

عرشؔ صہبائی

تــــصـــــنيـــفــــــات

شکستِ جام

خدو خال

شگفتِ گُل

ریزہ ریزہ وجود

یہ جھونپڑے یہ لوگ

اسلوب

صلیب

اساس

نایاب

توازن

دسترس

انجم کدہ

چشمِ نیم باز

تُجھ بِن چین کہاں(دوہے)،

یہ جانے پہچانے لوگ

عکسِ جمال

ترتیب

شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
ابتدا	پیش لفظ	ڈاکٹر شاہ نواز	14----11
	زاویئے:	پنڈت تلوک چند محروم، شکیل بدایونی، جوش ملسیانی، علامہ انور صابری، پروفیسر عبدالقادر سروری، علی جواد زیدی، کوثر چاندپوری، ڈاکٹر جاوید وششٹ، شفا گوالیاری، بی پرشاد منور لکھنوی، پروفیسر ڈاکٹر منوہر سہائے انور، کرشن نندہ کرشن، شرر فتح پوری، ماہنامہ کردار بھوپال، نامی نادری،	17----15
	غــزلیــں		118-----18
1	غم اُٹھایا ہے عمر بھر کتنا		19
2	لبوں پہ ہنسی درد سینوں میں ہے		20
3	وہ اک تابنا کی جو ہیروں میں ہے		21
4	آزمائش یہ کڑی ہے کتنی		22
5	جھک گئی اسکی وہ نظر کتنی		23
6	دل میں افسردگی سی رہتی ہے		24
7	مختلف مرحلوں سے گزرنا بھی ہے		25

8	دل کی بستی قبول فرمائیں	26
9	مُسکرا کر نہ ایسے ٹال مُجھے	27
10	بات کرتی ہے گو زباں کچھ اور	28
11	خوب صورت سے گھر میں رہتا ہے	29
12	ہم مسلسل سفر کے قائل تھے	30
13	کتنے خوش رنگ خواب بُنتا ہوں	31
14	کُچھ ادا میں اثر بھی ہوتا ہے	32
15	وہ اگر میرا ہم خیال نہیں	33
16	گو قفس میں بھی آب ودانہ ہے	34
17	دور تک انتشار ہے میں ہوں	35
18	قطار اندر قطار اشجار کتنے	36
19	یوں ہو طوفاں سے ہمکنار کبھی	37
20	غموں کے کارواں کُچھ اور بھی ہیں	38
21	وہ ہر لمحہ فسانہ ہو گیا ہے	39
22	رُو برو انکے باد صبا کچھ نہیں	40
23	مسرت کہاں کن دکانوں میں ہے	41
24	خونِ امید کبھی خونِ تمنا بن کر	42
25	دل کا لہو نچوڑ نہ فن کی تلاش کر	43
26	زندگی ہے یا کوئی زنجیر ہے	44
27	ہر اک ادائے ناز پہ قربان جائیے	45

28	ان کی اک مبہم نظر کافی نہیں	46
29	عمر گزری اپنے دل پر جور بے جا دیکھتے	47
30	قول کے اقرار کے پابند لوگ	48
31	یہ ذہن رفتہ رفتہ پگھلتا ضرور ہے	49
32	اندر سے کچھ ٹوٹا ٹوٹا لگتا ہے	50
33	اپنا ہر وعدہ برابر توڑنا	51
34	کتنے خدشات کا الاؤ ہے	52
35	بے طرح منتشر بھی کرنا ہے	53
36	بے سبب وہ سزائیں دیتا ہے	54
37	بے وفا دنیا سے امید وفا کیا کیجئے	55
38	سینکڑوں غم تھے مگر راحت کا اک پہلو بھی تھا	56
39	میرے دل میں کاروانِ درد ہے ٹھہرا ہوا	57
40	غم میں بھی زندگی کے ترانے ہیں دوستو	58
41	خاموش نگاہوں کے اشارات نہ سمجھا	59
42	مسرتیں ہیں جہاں تک وہ ساتھ آئے ہیں	60
43	مُسکرانے کی وہ جاتی رہی عادت میری	61
44	جانتے ہیں ہم کہ ان پاؤں میں زنجیریں بھی ہیں	62
45	کل اچانک کاغذوں میں اسکی تصویریں مِلیں	63
46	خارزاروں سے کبھی دشت و دمن سے گزرے	64
47	بے معنی سہی بے شک اشکوں کی روانی بھی	65

48	کسی بھی زاویئے سے معتبر نہیں ہوتے	66
49	یہ راز کیا ہے مجھے اسکی کچھ خبر بھی نہیں	67
50	کیا خبر تھی زندگی اک امتحاں بن جائے گی	68
51	تشنگی میں ہے سلوک اہلِ مے خانہ الگ	69
52	نظریں ہی ملی ہیں نہ کوئی بات ہوئی ہے	70
53	بشر کی خامیوں کے یہ بہت نزدیک ہوتی ہے	71
54	اک نہ اک یاد میرے دل سے لپٹ جاتی ہے	72
55	یوں راہ محبت میں جو خاموش کھڑے ہیں	73
56	حق پہ نیرنگیٔ باطل کا اثر ٹوٹ گیا	74
57	شدت جذبات سے آنکھیں ہیں تر برسات میں	75
58	کس قدر مشتاق ہیں ہم راہگزاروں کی طرح	76
59	میرے دل میں آرزوؤں کا جہاں بن کر رہو	77
60	جو رنج و مصیبت سے ہم آغوش نہیں ہیں	78
61	مدت سے نہ یادوں کی کوئی شمع جلی ہے	79
62	کسی خوش رنگ غنچے کی طرح جب بھی چٹکتے ہیں	80
63	چھا گئے گھر کے گلستاں پہ تو گھرے بادل	81
64	محبت میں حیات نو کی یوں تشکیل ہوتی ہے	82
65	کئی رنگین خوابوں کا تسلسل توڑ دیتے ہیں	83
66	لازماً کرنی پڑی تعظیمِ مے خانہ مجھے	84
67	دل کے بارے میں کوئی بھی گفتگو ہوتی نہیں	85

68	جن پر نثار کرتے رہے اپنا دین لوگ	86
69	محبت کی ہر اک رنگیں ادا کی آبرو رکھ لی	87
70	ہر خوشی درد کے سانچے میں ڈھلی ہو جیسے	88
71	زندگی کی آرزو دل کی تمنا آپ ہیں	89
72	نظر انداز کر دیتی ہیں وہ غفلت شعار آنکھیں	90
73	شمعِ دل سوزِ محبت میں جلی جاتی ہے	91
74	کیا مستیِ صہبا ہے اُن جھیل سی آنکھوں میں	92
75	مئے تحقیق سے جب ہر نفس سرشار ہوتا ہے	93
76	حشر سامانی ہے کیا کیا حشر سامانی کے بعد	94
77	نُور افشاں ہے وہ ظلمت میں اُجالوں کی طرح	95
78	کب تار تار ہو یہ دمکتا ہوا لباس	96
79	جس خوبیِ کردار پہ مٹ جاتے ہیں ہم لوگ	97
89	حلقۂ موج و تلاطم میں سفینے کی طرح	98
90	زمانے کے ہر اک انداز کو پہچان لیتے ہیں	99
91	وہ مائلِ کرم نہ ہوا پھر بھی ہم جیے	100
92	کون سا وہ زخمِ دل تھا جو تر و تازہ نہ تھا	101
93	اُن کی یادوں کی حسیں پرچھائیاں رہ جائیں گی	102
94	اس کے ہر منظر پہ مٹ جا اس کا پس منظر نہ دیکھ	103
95	آج کے دور کی ظلمت سے نکالو مجھ کو	104
96	دل میں ہیں جذبِ غم و درد کے پیکر کتنے	105

97		ہر ایک رنگ میں کاٹیں گے ہم سزا ہی سہی	106
98		مُسکراتے ہوئے وہ جب بھی گزر جاتے ہیں	107
99		آنکھوں میں اشک ہو تو ڈھلکتا ضرور ہے	108
100		کتنی آوازوں کا اک شور بپا ہے مجھ میں	109
101		ہم نے اب تک دل سنبھالا تھا مگر کیا کیجئے	110
102		عہدِ رواں کا کرب ہوں فردا کی آس ہوں	111
103		غم کا جو مرحلہ ہے اس سے گزر جانا ہے	112
104		ترے قریب ہو جو خود سے دور ہوتا ہے	113
105		مری حیات میں صدیوں کی پیاس رہنے دو	114
106		یہ زندگی ہے یا کوئی خوابوں کا سلسلہ	115
107		اک دل ہے غم و درد سے بیزار ہے وہ بھی	116
108		دنیا سے رسم و راہ کی کچھ اور بات ہے	117
109		طوفان بلا کی موجوں میں انسان کو بہنا پڑتا ہے	118
110	نظم	ادائے سلام!	119
	تقریظ	جسٹس آر، پی، سیٹھی	120

پیش لفظ

ڈاکٹر شاہ نواز

عرشؔ صہبائی کے کئی شعری مجموعے اور مختلف موضوعات پر نثری کتابیں ادبی حلقوں میں اپنا اپنا لوہا منوا چکیں ہیں۔ عرشؔ زندگی کا مزاج داں ہونے کے ساتھ ساتھ کربِ وجود کا بھی شاعر ہے۔ اس نے زندگی کو جن حالات اور رُخوں سے دیکھا ہے اسکی صحیح تعبیر اپنے شعری منظر نامے میں پیش کی ہے۔ جب یکے بعد دیگرے قاری پر اس کے اشعار کی پرتیں کھلتی ہیں تو قاری عرشؔ کے شعری دفتر میں کئی رنگ دیکھتا ہے جو قوسِ قزح کی طرح حسین منور اور دلآویز ہونے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے سے پیوست بھی نظر آتے ہیں۔ عرشؔ نے اشعار میں سادگی اور سلاست کو خوب برتا ہے۔ رمز و ایما کے نقطے اس شاعری کی جان اور ایمان ہیں۔ عرشؔ کی شعری زمین پر جب بھی نزولِ سروش ہوتا ہے تو خوب سے خوب تر اشعار دیکھنے کو ملتے ہیں جو عرش کے عہد کے کسی دوسرے شاعر کے ہاں نہیں ہیں بلکہ ایسے شعری تفکر کا تو فقدان ہی نظر آتا ہے۔

جس زمانے میں عرشؔ نے لکھنا شروع کیا، یہ وہ زمانہ تھا کہ اُردو کے شعری اُفق پر ایسے ایسے ستارے ضیا فگن تھے کہ جن کی روشنی آسمانِ ادب میں دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس حسیں کہکشاں میں، شکیلؔ بدایونی، مجازؔ لکھنوی، طالبؔ ایمن آبادی، حفیظؔ جالندھری، علامہ انورؔ صابری، عابدؔ پشاوری، آنجہانی پروفیسر جگن ناتھ آزادؔ، اور حضرت عرشؔ ملسیانی شامل تھے۔ لیکن عرشؔ کو قربتِ خاص عابدؔ مناوری سے تھی جو رمزِ شعر کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ، چھوٹی اور پُر لطف بحروں میں خوب اشعار کہتے تھے۔ عرشؔ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ انہی کی رفاقت میں گذارا ہے۔

عرشؔ ادب اور شعر کے تئیں حکیمانہ نظریات کے قائل ہیں اور ادب برائے زندگی

انکا خاص نظریہ ہے، جس کے گرد انکی شاعری کا سارا نظامِ تصور گھومتا ہے۔ محبت کا ایسا پاکیزہ ذوق ان کی شاعری میں مِلتا ہے کہ اس پر ہزار جی جان سے قربان ہونے کو جی چاہتا ہے۔ انکی آرزوئے حیات کی پیداوار وہ دولتِ تمنا ہے جہاں ہر دوسرا قدم جادۂ حیات کے لئے اُٹھتا ہے، اور وجودِ ممکنات چاہتا ہے۔

عرشؔ کی شاعری میں وہ کرب نہیں ہے جس سے حیات کی ہمت کے ساز کمزور ہوتے ہیں۔ ان کے کلام میں آرزوئیں، خواہشیں، اور عشق وشوق کی ایسی لامتناہی دنیا آباد ہے جہاں سے اعلیٰ واولیٰ فلسفہ حیات کا راستہ نکلتا ہے۔ اور عرشؔ راستے میں شاعری کا چراغ لئے کھڑے نظر آتے ہیں، تاکہ بہترین جادۂ حیات سے کوئی نہ بھولے بھٹکے۔ عرشؔ کا عشق، جگرؔ مرادآبادی کے عشق کی طرح روائتی حسن اور خام عشق کے پیچھے نہیں بھاگتا بلکہ اپنی ایک الگ دُنیا آباد کرتا ہے، جس کے تصور میں ہر ایک سے مماثلت نظر نہیں آتی۔ پیچ در پیچ حسن وعشق کے ایسے کواڑ کھلتے ہیں کہ تخیلات کا ایک اُفق در افق نظر آتا ہے۔ آرزوؤں کی ہم آہنگی میں بھی ایک ایسی کیفیت نظر آتی ہے جس میں مسائلِ حیات کی تڑپ، جذبات کی کشمکش میں مبتلا بھی نظر آتی ہے اور انجمنِ حیات کے ساتھ شامل بھی ہے۔ عرشؔ نے جتنی بھی تمام خوبصورت غزلیں اور نظمیں کہی ہیں اُن میں گہرا فلسفۂ حیات جابجا مِلتا ہے۔ گویا یہ عرشؔ کے بلیغ خیال کی پیشکش ہے جس میں الفاظ کے نگینے موتیوں کی طرح جڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں چند اشعار:

ؔ عمل سے بات بنتی ہے انھیں یہ کون سمجھائے
جو صبح وشام اک اک آستاں پہ سر پٹکتے ہیں

یہاں عرشؔ نے عمل کا کتنا بہترین فلسفہ اچھوتے الفاظ میں پیش کیا ہے یعنی علامہ اقبالؒ کے شعرا آفاق شعر کی کتنی خوبصورت ترجمانی مِلتی ہے۔ نفسِ مضمون غالباً ایک ہی ہے لیکن عرشؔ

نے بھی سادہ اور سپاٹ الفاظ میں بڑی وسیع بات کہہ دی ہے۔ اسلامی فلسفے کے مطابق اگر انسان خلوصِ نیت اور عمل سے عاری ہے تو چاہے کتنا بھی سر سجدوں میں مارے خدا کے راز اور زندگی کے اصلی فلسفے سے دور ہوگا۔ اسے کبھی زندگی کے اصلی وجود سے شناسائی نہیں ہوگی۔

ے کبھی ثابت قدم رہتے نہیں پروردہِ ظُلمت
ستارے کانپتے ہیں جب سحر نزدیک ہوتی ہے

عرشؔ کا شعر جہاں نفسِ مضمون کے اعتبار سے بھاری ہے وہیں انسانی حقیقت کے اُس پہلو کو بھی بیان کرتا ہے جس میں انسانی طبیعت کا عمل دخل ہے۔ یعنی ظلم کی پرورش کرنے والے دنیا میں کبھی صحیح و سلامت نہیں رہتے۔ اسی طرح جس طرح سحر کی وحشت سے ستارے کانپتے ہیں۔ ظُلم کرنے والا بھی مکافات کا حساب دئے بغیر اس دنیا سے نہیں جا سکتا ہے کیونکہ یہ ابدی اور ازلی حقیقت ہے۔ عرشؔ نے محبت اور محبوب کی شان میں بھی لاجواب اشعار کہے ہیں۔

ق: شِدتِ جذبات سے آنکھیں ہیں تر برسات میں
رنگ لایا ہے محبت کا اثر برسات میں
ہر گھڑی آنکھوں میں لہراتی ہے اک قوسِ قزح
جب سے دیکھا ہے کسی کو جلوہ گر برسات میں

اِن اشعار میں عرشؔ کی طبیعت و کیفیت دوسرے ہی رنگ میں نظر آتی ہے۔ یہاں انکی طبیعت میں محبت کا دریا موجزن نظر آتا ہے اور الفاظ کے خوبصورت مترنم لہجے میں محبت کا دلچسپ سفر بیان ہوگیا ہے۔ یہی عرشؔ کی انفرادیت ہے۔ جو انہیں دوسرے شعراء سے منفرد اور ممتاز کرتی ہے۔ مشکل پسندی دور دور تک انکے کلام میں نظر نہیں آتی۔ سادہ اور آسان الفاظ ایک دوسرے سے محوِ گفتگو نظر آتے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے مکالمہ مراسلہ ہو رہا ہے۔ صرف ایسے ہی نہیں بلکہ زندگی کے ہر رنگ سے تعلق

رکھنے والے اشعار جا بجا عرشؔ کے کلام میں نظر آتے ہیں۔ جنابِ عرشؔ صہبائی کا یہ مجموعہ کلام "عـکـس" خاکسار (ڈاکٹر شاہ نواز) اور جناب ڈاکٹر رفیق انجم کی مشترکہ کاوشوں سے اشاعتی مرحلے تک پہنچا ہے۔ اس مجموعے میں عرشؔ کے وہ اشعار شامل ہیں جنہیں انکے کلام میں ایک خاص امتیاز حاصل ہے بلکہ بیشتر ایسی غزلیں شامل کی گئی ہیں جو آہنگ اور غنائیت سے لبریز ہیں اور جن کو پڑھ کر قاری کو سوہانِ روح مِلتا ہے۔

عرشؔ صہبائی کا شمار مُلک کے نامور شعرا میں ہوتا ہے۔ ریاستِ جموں وکشمیر کے ادبی منظرنامے میں تو وہ سب سے نمایاں نظر آتے ہیں۔ جن کے درجن بھر شعری مجموعے اُردو میں شائع ہوکر دادوتحسین حاصل کر چکے ہیں۔ اُنکی مختلف کتابوں سے خوب سے خوب تر غزلوں کے انتخاب اور کمپوزنگ کے لئے اُردو اور گوجری کے ممتاز شاعر، ادیب و محقق، ڈاکٹر رفیق انجم کے شعری ذوق اور محنتِ شاقہ کی تعریف کرنا پڑے گی۔ جو شعری تصنیفات کے علاوہ اُردو، پنجابی، گوجری اور انگریزی میں تالیفات کا بھی ایک وسیع سلسلہ "جموں کشمیر انجمن ترقی گوجری ادب" کے تحت شروع کئے ہوئے ہیں۔ اور نئی نسل کے ادب نوازوں اور سخنوروں کی رہنمائی کے مقصد سے جناب عرشؔ صہبائی کے منتخب کلام "عکس" کی اشاعت بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ امیدِ واثق ہے کہ ادبی حلقوں میں اسے قبولیت اور پزیرائی نصیب ہوگی۔

ڈاکٹر شاہ نواز

۲۰ اکتوبر ۲۰۰۷ء سرینگر کشمیر

زاویئے:

☆ پنڈت تلوک چند محرومؔ:

’’شکستِ جام سے ہر ذرہ خاک ہوا سرشارِ صہبائے طرب ناک‘‘

☆ شکیلؔ بدایونی:

’’جنابِ عرشؔ بہترین غزل گو اور بڑے ہونہار، باشعور نوجوان ہیں۔ انکا تغزل کافی نکھرا ہوا اور سُلجھا ہوا ہے۔ شگفتگی اور رعنائی کے ساتھ گداختگی اور افتادگی کی بھی کمی نہیں ہے۔ زندگی کی نقاشی اور کائنات کی عکاسی بھی جلوہ گر ہے‘‘

☆ جوشؔ ملسیانی:

’’شگفتہ زمینیں تلاش کرنے اور مشکل زمینوں میں بھی اچھے اشعار نکالنے میں انکی کوشش قابلِ ستائش ہے۔ کلام میں عریانی بھی نہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ انکی پاکیزہ طبیعت کا رجحان عریاں مضامین سے کوسوں دور ہے‘‘

☆ علامہ انورؔ صابری:

حسن سے انکی رسم و راہ تو ہے چوٹ کھائی ہوئی نگاہ تو ہے

☆ پروفیسر عبدالقادر سروریؔ:

مترنم بحریں اور شگفتہ زمینیں عرشؔ کی شاعری کی خصوصیت ہے۔ لیکن محض صدری محاسن ہی انکی شاعری کی اہم خصوصیت نہیں، وہ زبان، محاورے، طرزِ ادا اور شعری محاسن کی نگہداشت کے ساتھ ساتھ معنی خوبیوں کا بھی دھیان رکھتے ہیں۔ حیات اور کردارِ حیات کے بارے میں انکے اپنے کچھ تجربات اور مشاہدات ہیں۔ یہ موضوع غزل کی شاعری کے لئے نئے نہیں لیکن جب شاعر کا ذاتی احساس اس کو دہراتا ہے تو وہ نئے معلوم ہونے لگتے ہیں۔

☆ علی جواد زیدیؔ:

''ایک تبسم، ایک نظر عرشؔ صہبائی کے احساسِ حسن میں خاص مرتبہ رکھتے ہیں۔ انکی صحت مند محبت عشقِ مریض کی سرحدوں کو نہیں چھوتی۔ انکا عشق ایک جوان اور صحت مند عشق ہے۔ وہ ایک مسکراہٹ پر دُنیا کا سودا کر سکتا ہے مگر جو کائنات کی حقیقتوں اور تلخیوں سے بے خبر نہیں ہوتا''

☆ کوثرؔ چاند پوری:

''عرشؔ صہبائی کے کلام میں خلوص اور تاثیر کی فراوانی ہے۔ اکثر اشعار 'خلشِ پیکاں' کی طرح احساس میں چُبھتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔''

☆ ڈاکٹر جاویدؔ وششٹ:

''......مختصر یہ کہ عرشؔ صہبائی اُردو غزل میں اپنا انفرادی رنگ قائم کر چکے ہیں۔ اور دورِ جدید میں وہ اُردو کے منفرد صاحبِ طرز غزل گو ہیں۔''

☆ شفاؔ گوالیاری:

''شکستِ جام'' قدیم و جدید شاعری کا حسین سنگم ہے۔ رجائیت کا عنصر زیادہ غالب ہے۔ حیات و کائنات کے نظام کی خرابی پر بھی ہلکی ہلکی نشتر زنی کی ہے۔ جمالیات کے سانچے میں وقت کی گُونج کو ڈھالا ہے۔ تغزل کا رنگ کافی نِکھرا ہوا ہے۔ شگفتگی، روانی اور سلاست ہر جگہ نمایاں ہے۔ 'شکستِ جام' گلرنگ و سدا بہار اور غمِ جاناں و غمِ دوراں کا بہترین امتزاجی شاہکار ہے۔'

☆ بی پرشاد منورؔ لکھنوی:

'شکستِ جام' میں جو کلام میں نے دیکھا اس میں محبت اور حوصلہ کے ساتھ آگے بڑھنے کا جذبہ بڑی شدت کے ساتھ کام کر رہا ہے۔ بیشتر اشعار میں عملی زندگی کی تڑپ پائی جاتی ہے۔ عرشؔ صہبائی نے ذاتی تجربات کو حقائق کے سانچے میں ڈھالا ہے۔

☆ پروفیسر ڈاکٹر منوہر سہائے انورؔ:

(صدر شعبہ اردو، فارسی و عربی، پنجاب یونیورسٹی)

''جناب عرشؔ صہبائی کے کلام میں افکار کی طرفگی کے ساتھ ساتھ بیان کی دلآویزی بھی پائی جاتی ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ جنابِ عرشؔ صہبائی اصولِ فن اور صحتِ زبان کا بڑا خیال رکھتے ہیں اور فرسودہ مضامین نظم کرنے کے بجائے نئے نئے خیالات کو عمدہ الفاظ کے دلکش لباس میں جلوہ گر کرتے ہیں۔ دنیائے اُردو کو انکی ذات سے بڑی توقعات رکھنی چاہئیں۔''

☆ شررؔ فتحپوری:

''اس دور میں آپ غزل کی آبرو ہیں اور اپنے اسلوب کے واحد تخلیق کار''

☆ ماہنامہ 'آجکل' دہلی:

'غزل کے رمز و ایماء سے آشنائی اور اظہار کی قدرت انکی شاعرانہ شخصیت کا خاصہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انکے ہاں پیش پا افتادہ مضامین ایک تازہ کار شعری پیکر میں ڈھل جاتے ہیں۔

☆ ماہنامہ ''کردار'' بھوپال:

''عرشؔ صہبائی کا تغزل اسکے تصورات کی پاکیزگی کا آئینہ دار ہے۔''

☆ '' کاروان ادب'' کرنال

'کاروان ادب' کرنال کی طرف سے عرشؔ صہبائی کے ۷۱ ویں یومِ ولادت کا اہتمام کرنال میں ۳ دسمبر ۲۰۰۰ء کیا گیا' (کرشن نندہ کرشنؔ سیکریٹری)

☆ '' نورنگ ادبی ادارہ لدھیانہ پنجاب'':

اعزازِ خصوصی

'جناب عرشؔ صہبائی کی ادبی خدمات اور شعری صلاحیتوں کے اعتراف میں نورنگ ادبی ادارہ لدھیانہ پنجاب آپ کو 'آبروئے سخن' کے خطاب سے سرفراز کرتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہے' (۱۲ نومبر ۲۰۰۵ء) نامیؔ نادری (صدر)

منتخب

غـــــزلیں

☆

غم اُٹھایا ہے عُمر بھر کتنا
رہ گیا ہُوں میں ٹُوٹ کر کتنا

جس کا گھر میں کوئی وقار نہیں
شہر میں ہے وہ معتبر کتنا

اِس میں تم جو نہیں تو کُچھ بھی نہیں
یوں تو آراستہ ہے گھر کتنا

ہم کو بھی یہ خبر نہیں کہ اُسے
ہم نے چاہا ہے عمر بھر کتنا

اُس کی مبہم سی اک نظر اے عرشؔ
کر گئی مجھ کو منتشر کتنا

☆☆

☆

لبوں پہ ہنسی درد سینوں میں ہے
مزاج ایسا صحرا نشینوں میں ہے

نہ پلکیں جھپک ٹوٹ جائیں گے یہ
نزاکت بڑی آبگینوں میں ہے

ترستا ہے جس کے لئے آستاں
اک ایسا بھی سجدہ جبینوں میں ہے

کرم ہے یہ اُنکا وہ کرتے ہیں یاد
مرا تذکرہ نکتہ چینوں میں ہے

نہیں ناخدا کو خبر اسکی عرشؔ
وہ طوفاں جو پنہاں سفینوں میں ہے

☆☆

☆

وہ اک تابناکی جو ہیروں میں ہے
کسی کے لبوں کی لکیروں میں ہے

جو مہرو وفا سے نہیں آشنا
وہ مہرو وفا کے سفیروں میں ہے

یہاں گردشِ وقت ہے سر نگوں
کوئی بات تو ہم فقیروں میں ہے

مُیسر ہیں اسکو سبھی نعمتیں
ہُوا کیا جو وہ بے ضمیروں میں ہے

یہ کیا دور ہے جس میں ہر شخص عرشؔ
غمِ زندگی کے اسیروں میں ہے

☆☆

☆

آزمائش یہ کڑی ہے کتنی
ہر خوشی غم سے لڑی ہے کتنی

پاس آئے تو کوئی بات بھی ہو
زندگی دُور کھڑی ہے کتنی

ہم رہِ حق میں چلو ہار گئے
پھر بھی یہ جنگ لڑی ہے کتنی

آپ کو یاد کیا، آ نکلے
آپ کی عمر بڑی ہے کتنی

عرشؔ شاعر تو ہے معمولی سا
اس کی ہر بات بڑی ہے کتنی

☆☆

☆

جھک گئی اسکی وہ نظر کتنی
بات کی اُس نے مختصر کتنی

اتنی فرصت کہاں کہ وہ آتے
دل کو امید تھی مگر کتنی

صرف پھولوں کے لمس کی خاطر
اوس روتی ہے رات بھر کتنی

ہم سے ہی بے نیاز ہیں ورنہ
آپ رکھتے ہیں ہر خبر کتنی

عرشؔ نے علم و فن کے صحرا میں
خاک چھانی ہے عمر بھر کتنی

☆☆

☆

دل میں افسردگی سی رہتی ہے
اب طبیعت بجھی سی رہتی ہے

میں بھی اپنی وفا پہ نادم ہوں
وہ نظر بھی جھکی سی رہتی ہے

اس کو اک بار دیکھنے کے بعد
عمر بھر تشنگی سی رہتی ہے

یاد آتا نہیں ہے نام اسکا
دل میں صورت بھلی سی رہتی ہے

جب بھی اس سے ہو گفتگو اے عرشؔ
ذہن میں تازگی سی رہتی ہے

☆☆

☆

مختلف مرحلوں سے گزرنا بھی ہے
ٹوٹنا بھی ہے ہم کو سنورنا بھی ہے

زندگی ایک بے رنگ خاکہ سہی
ہم کو اس میں کوئی رنگ بھرنا بھی ہے

مصلحت راستے روک دے گی مگر
اس سے دامن بچا کر گزرنا بھی ہے

موجِ طوفاں کی فطرت سے واقف ہیں ہم
موج طوفاں سے لیکن ابھرنا بھی ہے

عرشؔ جس کا کوئی بھی بھروسہ نہیں
عمر بھر انتظار اس کا کرنا بھی ہے

☆☆

☆

دل کی بستی قبول فرمائیں
سر پرستی قبول فرمائیں

جام کی التجا ہے رِندوں سے
کیف و مستی قبول فرمائیں

یہ تقاضا ہے تلخیِ غم کا
مے پرستی قبول فرمائیں

دورِ حاضر کی ایک نعمت ہے
تنگ دستی قبول فرمائیں

ہے مُحبت کا یہ بھی اک تحفہ
غم پرستی قبول فرمائیں

☆☆

☆

مُسکرا کر نہ ایسے ٹال مُجھے
اے غم زندگی سنبھال مجھے

میں کہ اُلجھا ہوں آرزوؤں میں
اس بھنور سے کبھی نکال مجھے

تو نے رسمِ وفا نبھائی ہو
کوئی ایسی بھی دے مثال مجھے

زندگی اس تلاش میں گزری
مل سکے کوئی ہم خیال مجھے

عرشؔ وہ کس قدر سخی ہو گا
غم دئے جس نے بے مثال مجھے

عرشؔ وہ کس قدر سخی ہوگا
غم دیئے جس نے بے مثال مُجھے

☆☆

☆

بات کرتی ہے گو زباں کچھ اور
ان کی نظروں کا ہے بیاں کچھ اور

جتنی منزل قریب آتی ہے
بڑھتی جاتی ہیں دُوریاں کچھ اور

گُفتگو کا تھا اور کچھ مفہوم
اُن کو گزرا مگر گماں کچھ اور

زندگی اور بھی سنور جائے
اس میں شامل ہوں تلخیاں کچھ اور

اہلِ دُنیا سمجھ نہ پائے عرشؔ
اہلِ دل کی تھی داستاں کچھ اور

☆☆

☆

خُوب صورت سے گھر میں رہتا ہے
وہ مری چشمِ تر میں رہتا ہے

دُور تک دائرے ہیں سوچوں کے
ذہن اکثر سفر میں رہتا ہے

شوق اسکا اگرچہ سنگ زنی
خود وہ شیشے کے گھر میں رہتا ہے

آشنا ہے رموزِ منزل سے
جو تری رہگذر میں رہتا ہے

وہ تلاطم کا ہم مزاج ہے عرشؔ
جو سفینہ بھنور میں رہتا ہے

☆☆

☆

ہم مسلسل سفر کے قائل تھے
راہ میں حادثات حائل تھے

لوگ ترسا کئے مسرّت کو
ہم غمِ زندگی کے قائل تھے

ہم کو دیکھا تو سادھ لی چُپ سی
ورنہ وہ گفتگو پہ مائل تھے

ذکر کرتے اگر تو کس کس کا
چھوٹے موٹے کئی مسائل تھے

خود سے ملتے تو کس طرح اے عرشؔ
راستے میں ہم آپ حائل تھے

☆☆

☆

کتنے خوش رنگ خواب بُنتا ہوں
ریزہ ریزہ وجود چُنتا ہوں

اُن پہ تیرا گماں گزرتا ہے
دور سے آہٹیں جو سنتا ہوں

زخم دل کو جو چھیڑ جاتے ہیں
ایسے نغموں پہ سر بھی دھُنتا ہوں

میں نئی زندگی کا سوداگر
صرف رنگین خواب بُنتا ہوں

انقلاب آئے یا نہ آئے عرشؔ
اس کے قدموں کی چاپ سُنتا ہوں

☆☆

☆

کُچھ ادا میں اثر بھی ہوتا ہے
کُچھ طلسمِ نظر بھی ہوتا ہے

مفلسی ہو اگر نہ دامن گیر
آدمی معتبر بھی ہوتا ہے

بات جس میں خلوص شامل ہو
دل پہ اس کا اثر بھی ہوتا ہے

جس کو دعویٰ ہو حق پرستی کا
وہ کبھی دار پر بھی ہوتا ہے

سب نہیں عرشؔ فن سے بے بہرہ
کوئی اہلِ نظر بھی ہوتا ہے

☆☆

☆

وہ اگر میرا ہم خیال نہیں
پھر کسی بات کا ملال نہیں

میں نے خود حادثوں کو دعوت دی
زندگی یہ ترا کمال نہیں

اپنی پہچان بھی نہیں ممکن
اب کوئی چیز حسبِ حال نہیں

زندگی گو حسین ہے لیکن
آپ سے پھر بھی خدو خال نہیں

عرشؔ کس سے کروں میں دل کی بات
کوئی بھی میرا ہم خیال نہیں

☆☆

☆

گو قفس میں بھی آب و دانہ ہے
آشیانہ پھر آشیانہ ہے

جس نے کچھ بھی اُسے نہیں سمجھا
اُس کی ٹھوکر میں یہ زمانہ ہے

اُس کا کردار مجرموں جیسا
گُفتگو جس کی عارفانہ ہے

آپ اسے بھی نوازتے جائیں
دو قدم پر غریب خانہ ہے

اُس میں مجھ میں ہے فرق بس اِتنا
اک حقیقت ہے اک فسانہ ہے

☆☆

☆

دُور تک انتشار ہے میں ہوں
رات کا غبار ہے میں ہوں

مُسکراتے ہیں پھول زخموں کے
حُسنِ رنگ بہار ہے میں ہوں

آرزوؤں کا اب ہجوم کہاں
حسرتوں کا مزار ہے میں ہوں

ہلکا ہلکا سرور ہے دل میں
درد کی جوئے بار ہے میں ہوں

عرشؔ اس سے ہے دائمی رشتہ
گردشِ روزگار ہے میں ہوں

☆☆

☆

قطار اندر قطار اشجار کِتنے
مگر ان میں ہیں سایہ دار کِتنے

نہیں ہے زندگی میں کچھ توازن
ہیں کتنی راحتیں آزار کتنے

کئی پرچھائیاں ہین زندگی کی
فسانہ ایک ہے کردار کِتنے

چلے آؤ تمہارے منتظر ہیں
مرے گھر کے درودیوار کتنے

اَنا میں مبتلا ہیں عرشؔ جو بھی
ہیں ذہنی طور پر بیمار کتنے

☆☆

☆

یوں ہو طوفاں سے ہمکنار کبھی
ناؤ گرداب میں اتار کبھی

ایک چہرے پہ دوسرا چہرا
یہ لبادہ مگر اتار کبھی

تم سے مل کر سکون ہے کتنا
ذہن و دل میں تھا انتشار کبھی

ایسا لگتا ہے بات کل کی ہے
ہم کو دل پہ تھا اختیار کبھی

وہ بھی آئے گا حسبِ وعدہ عرشؔ
تُو بھی دل سے اسے پکار کبھی

☆☆

☆

غموں کے کارواں کُچھ اور بھی ہیں
وفا کے امتحاں کچھ اور بھی ہیں

چلو کھُل کر کریں شکوے گلے ہم
دلوں میں تلخیاں کچھ اور بھی ہیں

جو دل کے راز پوشیدہ ہیں دل میں
نگاہوں سے عیاں کچھ اور بھی ہیں

نہ کر محدود اخلاص و وفا کو
یہ جذبے بیکراں کچھ اور بھی ہیں

اُنھیں شدت سے چاہا، عرشؔ جب سے
وہ ہم سے بدگماں کچھ اور بھی ہیں

☆☆

☆

وہ ہر لمحہ فسانہ ہو گیا ہے
اُسے دیکھے زمانہ ہو گیا ہے

خلوص دل سے جو ہم نے کیا تھا
وہ سجدہ آستانہ ہو گیا ہے

مسافر کی جہاں بھی رات گزری
وہی اس کا ٹھکانہ ہو گیا ہے

قدم رکھے ہیں جب سے ہم نے اس میں
قفس بھی آشیانہ ہو گیا ہے

اُسے ہم سے ملائے عرشؔ کوئی
وہ غم جو بے ٹھکانہ ہو گیا ہے

☆☆

☆

رُوبرو اُنکے بادِ صبا کچھ نہیں
اس نظر کے اشاروں میں کیا کچھ نہیں

جو بھی لمحہ ہے تپتی ہوئی ریت ہے
زندگی کربلا کے سوا کچھ نہیں

کیا کشش آپ کو کھینچ لائی یہاں
اس خرابے میں میرے سوا کُچھ نہیں

زندگی کے فسانے کا مذکور کیا
ابتدا ہو تو ہو انتہا کچھ نہیں

عرشؔ وہ جو سزا دے اسے جھیلنا
یہ نہ کہنا کہ میری خطا کچھ نہیں

☆☆

☆

مسرت کہاں کن دکانوں میں ہے
یہ ہیرا فقط غم کی کانوں میں ہے

جو منسوب تھا دشمنوں سے کبھی
وہ انداز اب مہر بانوں میں ہے

مجھے کعبہ و دیر سے لے چلو
بڑا شور ان کارخانوں میں ہے

مری ذات سے جن کو نسبت رہی
تیرا ذکر بھی ان فسانوں میں ہے

کبھی تو مِرے ساتھ رہ کر تو دیکھ
بڑا لُطف کچے مکانوں میں ہے

☆☆

☆

خون ِ اُمّید کبھی خونِ تمنا بن کر
ہم رہے وقت کی نظروں میں تماشا بن کر

کتنے جاں سوز مراحل سے گزر تھا اپنا
زندگی رہ گئی اک آگ کا دریا بن کر

آج کے دورِ کشاکش میں کہاں بھٹکو گے
تُم مرے ساتھ رہو میری تمنا بن کر

کیا خبر تھی کہ گل تر سے ہیں جو مجھ کو عزیز
وہ مرے دل میں اتر جائیں گے کانٹا بن کر

ہم گزرتے بھی تو کس موڑ سے کس مرکز سے
حادثے پھیل گئے یاس کا صحرا بن کر

☆☆

☆

دل کا لہو نچوڑ نہ فن کی تلاش کر
اِس بے شعور دور میں فِکر معاش کر

مجھ سے نہ پوچھ میری حقیقت کی داستاں
یہ زندگی کا راز ہے اسکو نہ فاش کر

شہر خرد اگر نہ تُجھے راس آ سکے
شہرِ جنوں میں آ کے کبھی بود و باش کر

میں تجھ کو کیا بتاؤں مجھے خود خبر نہیں
بیٹھا ہوں کس کی یاد کے پتھر تراش کر

محلوں میں کیا ملے گا وفا کا سراغ عرشؔ
یہ چیز جھونپڑوں کی ہے ان میں تلاش کر

☆☆

☆

زندگی ہے یا کوئی زنجیر ہے
یا کسی مجرم کی یہ تعزیر ہے

کُچھ نہیں کھُلتا نظر کے سامنے
آپ ہیں یا آپ کی تصویر ہے

فِکر ماضی ، فکر فردا، فکر حال
سو طرح کا رنج دامن گیر ہے

غم کو اے ناداں! حقارت سے نہ دیکھ
راس آ جائے تو یہ اکسیر ہے

عرشؔ اُس جانِ بہاراں کے بغیر
زندگی بے رنگ سی تصویر ہے

☆☆

☆

ہر اک ادائے ناز پہ قربان جایئے
اُس چشمِ نیم باز پہ قربان جایئے

اُن کی نگاہِ ناز کے انداز دیکھ کر
ان کی نگاہِ ناز پہ قربان جایئے

ہے یہ ازل سے خالقِ نغماتِ زندگی
دل کے شکستہ ساز پہ قربان جایئے

ہم مٹ رہے ہیں اور خبر تک نہیں جسے
اُس چشمِ بے نیاز پہ قربان جایئے

بے شک نگاہ ناز ہے دل کی حریف عرشؔ
پھر بھی نگاہ ناز پہ قربان جایئے

☆☆

☆

ان کی اک مبہم نظر کافی نہیں
گو بہت کچھ ہے مگر کافی نہیں

اور بھی دل پر بلائیں ٹُوٹتیں
گردشِ شام و سحر کافی نہیں

تُو نے غم سے بھی نوازا ہے مجھے
یہ نوازش ہے مگر کافی نہیں

اس میں بھر دو کچھ نظر کی مستیاں
جامِ صہبا میں اثر کافی نہیں

گُفتگو کا بھی محل ہوتا کوئی
یہ نگاہ مختصر کافی نہیں

☆☆

☆

عمر گزری اپنے دل پر جور بے جا دیکھتے
اک تماشائی کی صورت یہ تماشا دیکھتے

آپ کو اپنی ہی دُنیا سے کبھی فرصت نہیں
میری دنیا میں بھی آتے میری دنیا دیکھتے

کس قدر نادان تھے ہم آ بسے ہیں شہر میں
اس سے بہتر تھا کہیں ہم کوئی صحرا دیکھتے

زندگی میں ہر قدم پر تھا حوادث کا ہجوم
یہ تمنا تھی کبھی ہم خود کو تنہا دیکھتے

عرشؔ دیکھیں گے کبھی اس خواب کی تعبیر بھی
زندگی گزری ہے اپنی خوابِ فردا دیکھتے

☆☆

☆

قول کے اقرار کے پابند لوگ
اب کہاں دنیا میں غیرت مند لوگ

مسکراتے ہیں جو پیشِ دار بھی
اب بھی ہیں دنیا میں ہم سے چند لوگ

حق پرستی سے ہے صرف ان کو گریز
ورنہ ہر مذہب کے ہیں پابند لوگ

خون ناحق دیکھتے ہیں صبح و شام
پھر بھی کر لیتے ہیں آنکھیں بند لوگ

عرشؔ صاحب وہ زمانے اب کہاں
جب تھے اپنے قول کے پابند لوگ

☆☆

☆

یہ ذہن رفتہ رفتہ پگھلتا ضرور ہے
تخلیق کا الاؤ سا جلتا ضرور ہے

وہ جس کو زندگی میں تجربات ہوں عزیز
بے سمت راستوں پہ بھی چلتا ضرور ہے

ہوتا نہیں ہے دائمی انسان کا عروج
سورج بھی شام پڑنے پہ ڈھلتا ضرور ہے

تنہائیوں میں جب کبھی آتی ہے اسکی یاد
دل اس سے تھوڑی دیر بہلتا ضرور ہے

اے عرشؔ جب کبھی مجھے درپیش ہو سفر
ہمراہ کوئی سایا سا چلتا ضرور ہے

☆☆

☆

اندر سے کچھ ٹُوٹا ٹُوٹا لگتا ہے
وہ سب میں رہ کر بھی تنہا لگتا ہے

کچھ منظر آنسو لاتے ہیں آنکھوں میں
دل ٹوٹے تو اور بھی اچھا لگتا ہے

وعدے کا پابند نہیں ہر گز لیکن
دیکھنے میں وہ کتنا اچھا لگتا ہے

اس کے ذکر پہ آنکھیں بھر سی آتی ہیں
پُوچھتے ہیں سب وہ میرا کیا لگتا ہے

دل کے زخم ہرے ہوتے ہیں ساون میں
اس موسم میں غم کا میلہ لگتا ہے

☆☆

☆

اپنا ہر وعدہ برابر توڑنا
جو ستم بھی ہو وہ مجھ پر توڑنا

یاد آتے ہیں وہ منظر ریت کے
گھر بنانا پھر بنا کر توڑنا

زندگی کا یہ بھی اک انداز ہے
رات دن سڑکوں پہ پتھّر توڑنا

کوئی بھی حسرت نہ اس دل میں رہے
کُچھ جلانا او کچھ گھر توڑنا

میں بناتا ہوں وفاؤں کے جو عرش
شوق ہے اُسکا وہ پیکر توڑنا

☆☆

☆

کتنے خدشات کا الاؤ ہے
ذہن میں اک عجب تناؤ ہے

رُک گئے کارواں خیالوں کے
دیکھنا کون سا پڑاؤ ہے

غیر ممکن ہے اس کا اندازہ
کس کے سینے میں کتنا گھاؤ ہے

اس میں غم بھی ہے اور راحت بھی
زندگی کا یہ رکھ رکھاؤ ہے

عرشؔ جس کا وجود ہے مشکُوک
اس سے ملنے کا،دل میں چاؤ ہے

☆☆

☆

بے طرح مُنتشر بھی کرنا ہے
زیست نے در بدر بھی کرنا ہے

عارضی ہے عرُوج کا موسم
آپ کو باخبر بھی کرنا ہے

اس میں لازم ہیں کچھ سہانے خواب
زندگی کو بسر بھی کرنا ہے

ہم زمانے کو کیوں نہ راس آئے
غور اس بات پر بھی کرنا ہے

زندگی گھِر گئی ہے جن میں عرشؔ
ان مراحل کو سر بھی کرنا ہے

☆☆

☆

بے سبب وہ سزائیں دیتا ہے
پھر بھی یہ دل دعائیں دیتا ہے

دشتِ ماضی سے جب گزرتا ہوں
ذرّہ ذرّہ صدائیں دیتا ہے

اک سمندر ہے اسکا دل جو فقیر
ہر کسی کو دعائیں دیتا ہے

آج تک ہے وہ راز سربستہ
روح کو جو قبائیں دیتا ہے

میں کہ اُلجھا ہوا ہوں حال میں عرشؔ
مُجھ کو فردا صدائیں دیتا ہے

☆☆

☆

بے وفا دنیا سے اُمّیدِ وفا کیا کیجئے
زندگی کو کشمکش میں مبتلا کیا کیجئے

جن گناہوں سے نہیں ہے دُور کا بھی واسطہ
مل رہی ہے ان گناہوں کی سزا کیا کیجئے

ترک مے نوشی کیئے گو ایک مُدّت ہو گئی
پھر بھی میخانے سے ہے اک ربط سا کیا کیجئے

آپ کی چشمِ کرم کی برہمی کے باوجود
آ گیا ہے لب پہ حرفِ مدعا کیا کیجئے

معترض ہوتے ہیں جب وہ ہر نگاہِ شوق پر
اب علاج اپنے دل بے تاب کا کیا کیجئے

☆☆

☆

سینکڑوں غم تھے مگر راحت کا اک پہلو بھی تھا
یاس کے ظلمت کدے میں آس کا جگنو بھی تھا

مٹنے والے تو لبوں کی مُسکراہٹ پہ مٹے
لیکن اس کی نرم پلکوں پہ اک آنسو بھی تھا

دیکھتا ہوں آج میں تنہا کھڑا ہوں راہ میں
یاد آتا ہے کہ میری زندگی میں تُو بھی تھا

اتنی ویرانی پہ بھی اس میں تھے ہنگامے کئی
دل کے صحرا میں کسی کی یاد کا آہُو بھی تھا

عرشؔ اُس کی ہر ادا تھی نت نئے تیور لئے
اسکی اک اک بات میں بنگال کا جادو بھی تھا

☆☆

☆

میرے دل میں کاروانِ درد ہے ٹھہرا ہوا
کیا بتاؤں کسطرح یہ گلستاں صحرا ہوا

اب اِدھر آتا نہیں غم ہائے دوراں کا خیال
شہرِ دل پر جب سے اُنکی یاد کا پہرا ہوا

مشکلوں سے زندگی آسان تر ہوتی گئی
حسرتوں سے اور رنگِ آرزُو گہرا ہوا

مٹتے مٹتے مٹ گئیں وہ محفلیں وہ رونقیں
دیکھتے ہی دیکھتے دل کا نگر صحرا ہوا

شہر کی گلیوں میں آنکلا گناہوں کا ہجوم
عرشؔ جب بھی شب کا سنّاٹا ذرا گہرا ہوا

☆☆

☆

غم میں بھی زندگی کے ترانے ہیں دوستو
جینا اگر ہو لاکھ بہانے ہیں دوستو

ہم جانتے ہیں گو یہ سرابوں سے کم نہیں
آنکھوں میں پھر بھی خواب سہانے ہیں دوستو

اِخلاص، لُطف، مہر، محبت، وفا، کرم
اس دور میں یہ سارے فسانے ہیں دوستو

تم راحتوں کا جشن مناتے رہو مدام
ہم لوگ غم کی چادریں تانے ہیں دوستو

راحت ہے جس کا نام اُسے پا سکا نہ عرشؔ
اِس نے غموں کے دشت بھی چھانے ہیں دوستو

☆☆

☆

خاموش نگاہوں کے اشارات نہ سمجھا
اس بزم میں کوئی بھی میری بات نہ سمجھا

ہر لحظہ بدلتے رہے حالات کے تیور
انسان کبھی صورتِ حالات نہ سمجھا

اُس چشمِ فسوں ساز نے سو راز بتائے
نادان تھا دل رمزو کنایات نہ سمجھا

وہ ہو نہ سکا اپنے فرائض سے سبکدوش
جو وقت کے خاموش اشارات نہ سمجھا

اے عرشؔ زمانے نے ستم ڈھائے جو مجھ پر
یہ میری خطا میں انھیں سوغات نہ سمجھا

☆☆

☆

مسرتیں ہیں جہاں تک وہ ساتھ آئے ہیں
پھر اسکے بعد غموں کے مہیب سائے ہیں

ہوائے تیز اک لمحہ میں لے اُڑے گی انھیں
گھروندے ریت کے جو شوق سے بنائے ہیں

جہاں کی بھیڑ مین کچھ مل سکا نہ اسکا سراغ
یہی بہت ہے کہ ہم خود کو ڈھونڈ لائے ہیں

نہیں گلہ کہ زمانے نے کیا سلُوک کِیا
ہم اپنے حال پہ خود بھی تو مسکرائے ہیں

یہ شخص اور بھی کچھ دُور ہو گیا ہم سے
جنابِ عرش کے جتنے قریب آئے ہیں

☆☆

☆

مُسکرانے کی وہ جاتی رہی عادت میری
اب پریشان سی رہتی ہے طبیعت میری

زندگی میں بڑی مشکل سے یہاں پہنچا ہوں
ہر قدم حادثوں نے کی ہے قیادت میری

مسکراتے ہوئے ہونٹوں سے کوئی بات کرو
بس یہی مول ہے میرا یہی قیمت میری

میں نے ہر بات کی تفسیر بیاں کر دی ہے
نا پسند آپ کو پھر بھی ہے وضاحت میری

شاعری مجھ کو نہ کیونکر ہو دل و جاں سے عزیز
عرشؔ یہ نصف صدی کی ہے عبادت میری

☆☆

☆

جانتے ہیں ہم کہ ان پاؤں میں زنجیریں بھی ہیں
ہم وہ رہ رو ہیں کہ جن کے ساتھ تدبیریں بھی ہیں

کِس حسیں سنگم پہ آ کر رُک گئی ہے زندگی
ظُلمتِ ماضی بھی ہے فردا کی تنویریں بھی ہیں

بے سبب بڑھتی نہیں ہیں دو دلوں کی دُوریاں
کُچھ خطائیں آپ کی کچھ میری تقصیریں بھی ہیں

مُدتوں جن کی وضاحت سے رہے محروم ہم
اُن کی خاموشی میں ان باتوں کی تفسیریں بھی ہیں

کون سا یہ آستاں ہے کون سا ہنگام عرش
سرنگوں سجدے میں تقدیریں بھی تدبیریں بھی ہیں

☆☆

☆

کل اچانک کاغذوں میں اسکی تصویریں مِلیں
اور ان کے ساتھ کُچھ پیاری سی تحریریں ملیں

حادثوں نے کر دیا بے طور ہم کو منتشر
خواب کیا تھے اور کیا خوابوں کی تعبیریں ملیں

زرد چہرہ، تشنہ لب، افسردہ دل، وِیراں خیال
زندگی کی کس قدر بے رنگ تصویریں ملیں

آپ کی خاموش آنکھوں میں بھی ہنگامے ملے
آپ کے خاموش ہونٹوں پر بھی تقریریں ملیں

اس نے اپنے ہاتھ سے لکھ تھا جس پہ ' نذرِ عرشؔ '
کُچھ پرانی، کچھ نئ، ایسی بھی تصویریں ملیں

☆☆

☆

خارزاروں سے کبھی دشت و دمن سے گزرے
ہم کہ ہر مرحلہ دارو رسن سے گزرے

ایک لمحے کی بھی فرصت نہ ہوئی ہم کو نصیب
مرحلہ وار کئی رنج و محن سے گزرے

کس قدر حوصلہ تھا، کتنی تھی جرأت ان میں
کیا تھے جو لوگ رسُوماتِ کہن سے گزرے

ٹُوٹ جائے گا فضا پر جو مسلّط ہے سکوت
کیا عجب کوئی پرندہ ہی فضا سے گزرے

آج کے دورِ اذیّت کو مٹا دے جو عرشؔ
انقلاب ایسا کوئی میرے وطن سے گزرے

☆☆

☆

بے معنی سہی بے شک اشکوں کی روانی بھی
سو حشر اٹھاتا ہے آنکھوں کا یہ پانی بھی

نظروں سے نہاں لیکن، موجود ہر اک شے میں
وہ ایک حقیقت بھی وہ ایک کہانی بھی

کُچھ لوگ ابھی تک تو اخلاص سے ملتے ہیں
ہو جائے گی دو دن میں یہ رسم پرانی بھی

یہ فیض ہے قدرت کا اُس شخص کی باتوں میں
گنگا کا تقدّس بھی جمنا کی روانی بھی

اے عرشؔ طبیعت کو دونوں ہی نہ راس آئے
جمّوں کی یہ مٹی بھی، جموں کا یہ پانی بھی

☆☆

☆

کسی بھی زاویئے سے معتبر نہیں ہوتے
جو زندگی میں کبھی در بدر نہیں ہوتے

یہ پھیل جاتی ہیں جنگل میں آگ کی صورت
اگرچہ کہنے کو باتوں کے پر نہیں ہوتے

نہیں ہے اسکا کرم پھر بھی جی رہے ہیں ہم
بغیر چھت کے کیا، لوگوں کے گھر نہیں ہوتے

ہوئی ہیں کس طرح حائل یہ دُوریاں ہم میں
سوال ایسے سرِ رہگذر نہیں ہوتے

کریں تو کیا کریں ان سے کوئی توقع عرشؔ
جو مشکلوں میں شریکِ سفر نہیں ہوتے

☆☆

☆

یہ راز کیا ہے مجھے اسکی کچھ خبر بھی نہیں
جو حادثات کا مجھ پر کوئی اثر بھی نہیں

سفر طویل، کڑی دھُوپ، پاؤں میں چھالے
پھر اس پہ حدِ نظر تک کوئی شجر بھی نہیں

عجیب بات ہے اسکا ہے انتظار مجھے
رہِ حیات میں جو میرا ہمسفر بھی نہیں

جو ایک جنبشِ لب سے بیان ہو جائے
فسانہ زندگی کا اتنا مختصر بھی نہیں

جنابِ عرشؔ کی باتوں کو کیسے جھٹلائیں
وہ معتبر نہ سہی غیر معتبر بھی نہیں

☆☆

☆

کیا خبر تھی زندگی اک امتحاں بن جائے گی
بات جو نکلے گی منہ سے داستاں بن جائے گی

غم کے ہاتھوں اک بلائے ناگہاں بن جائے گی
رفتہ رفتہ زندگی بارِ گراں بن جائے گی

اے محبت ! شدتِ غم میں کسے معلوم تھا
چشمِ پُرنم رازِ دل کی ترجماں بن جائے گی

آج کے دور سیاست سے یہی امید تھی
برقِ سوزاں ہی چمن کی پاسباں بن جائے گی

آج ہم زندہ ہیں کل مرحُوم ہو جائیں گے عرشؔ
اک حقیقت رفتہ رفتہ داستاں بن جائے گی

☆☆

☆

تشنگی میں ہے سلوکِ اہلِ مے خانہ الگ
ہم پہ طنزاً مسکرا دیتا ہے پیمانہ الگ

ایک سازش تھی کہ میخواروں میں صہبا بٹ گئی
میں یہ سمجھا بزم میں ہے میرا پیمانہ الگ

جاں نثارانِ وفا کا کیا یہی انجام ہے
ایک گوشے میں پڑی ہے خاکِ پروانہ الگ

جب بھی دہرائے گی دنیا داستاں اس دور کی
سب کے افسانوں سے ہو گا اپنا افسانہ الگ

ابتدا سے ایک افسانہ محبت کا ہے عرشؔ
ہاں مگر ہر بار ہے عنوانِ افسانہ الگ

☆☆

☆

نظریں ہی ملی ہیں نہ کوئی بات ہوئی ہے
اِس رنگ میں بھی اُن سے ملاقات ہوئی ہے

اُس شوخ سے اب ربطِ نہاں بھی نہیں باقی
بگڑی ہے تو یہ صورتِ حالات ہوئی ہے

پہلے تو فقط ہم کو تغافل کا گِلہ تھا
بے داد بھی اب شاملِ عادات ہوئی ہے

ہم کو غم و آلام ، اُنھیں راحت و آرام
کیا خوب محبت میں مساوات ہوئی ہے

اے عرشؔ ہم اس دور کے ممنونِ کرم ہیں
جس دور میں تخلیقِ خرابات ہوئی ہے

☆☆

☆

بشر کی خامیوں کے یہ بہت نزدیک ہوتی ہے
زمانے کی نظر بھی کس قدر باریک ہوتی ہے

یہی اک شمع ہے جو نُور پھیلاتی ہے دُنیا میں
اگر بجھ جائے دل تو زندگی تاریک ہوتی ہے

اُسی لمحے کی کیفیت ہے محرومِ بیاں اب تک
وہ لمحہ زندگی جب موت کے نزدیک ہوتی ہے

کبھی ثابت قدم رہتے نہیں پروردۂ ظلمت
ستارے کانپتے ہیں جب سحر نزدیک ہوتی ہے

کلامِ عرشؔ پڑھ کر آ گیا اسکا یقیں ہم کو
یہ سنتے تھے کہ شاعر کی نظر باریک ہوتی ہے

☆☆

☆

اک نہ اک یاد میرے دل سے لپٹ جاتی ہے
جب کبھی رات گئے نیند اچٹ جاتی ہے

سیج پھولوں ہی کی لازم نہیں جینے کے لئے
جو سلیقہ ہو تو کانٹوں پہ بھی کٹ جاتی ہے

آپ ہلکے سے تبسم کا تکلف نہ کریں
زندگی غم کے سہارے بھی تو کٹ جاتی ہے

جب کبھی ماضیِ رنگیں پہ نظر کرتا ہوں
دامنِ دل سے تیری یاد لپٹ جاتی ہے

عرشؔ اس چشم فسوں ساز کا پوچھو نہ اثر
دیکھتے دیکھتے کایا ہی پلٹ جاتی ہے

☆☆

☆

یوں راہِ محبت میں جو خاموش کھڑے ہیں
طوفانِ حوادث سے بہر گام لڑے ہیں

اک کُشتۂ آلام پہ یہ لطف و عنایت
کیا بات ہے کیوں آپ تکلف میں پڑے ہیں

ہر دَور میں تاریخ انھیں یاد کرے گی
جو حق کے لئے سارے زمانے سے لڑے ہیں

کیا دَور ہے یہ دَور کہ اس دَور کے رہبر
درشن کے تو چھوٹے ہیں مگر نام بڑے ہیں

جب لُطف ہے کچھ خوبیٔ کردار ہو اے عرشؔ
تسلیم کہ گفتار میں سرکار بڑے ہیں

☆☆

☆

حق پہ نیرنگیِ باطل کا اثر ٹُوٹ گیا
شب کی ظلمت کا فسوں وقت سحر ٹوٹ گیا

کچھ وہی جانتا ہے سوزِ نہاں کی لذّت
جس کے دل میں بھی ترا تیرِ نظر ٹوٹ گیا

کہکشاں بن کے چمکتی رہی اک شوخ کی یاد
یہ سہارا بھی مگر وقتِ سحر ٹوٹ گیا

میں تیرے جورو تغافل کی شکایت تو کروں
دل ترا بارِ ندامت سے اگر ٹوٹ گیا؟

عرشؔ طوفان حوادث سے یہ پیمانۂ دل
ہم نے گو لاکھ بچایا تھا مگر ٹوٹ گیا

☆☆

☆

شِدّتِ جذبات سے آنکھیں ہیں تر برسات میں
رنگ لایا ہے محبت کا اثر برسات میں

آپ ہوتے کاش! میری زندگی کے ہمسفر
اور بھی دلچسپ ہو جاتا سفر برسات میں

آپ صحنِ گلستاں میں یوں نہ تنہا گھومئے
قہر کی پھِسلن ہے اک اک گام پر برسات میں

ہر گھڑی آنکھوں میں لہراتی ہے اک قوسِ قزاح
جب سے دیکھا ہے کسی کو جلوہ گر برسات میں

اُن کی یادوں کی یہ ساری رنگ آمیزی ہے عرشؔ
پھر ترو تازہ ہے ہر زخم جگر برسات میں

☆☆

☆

کس قدر مشتاق ہیں ہم راہگزاروں کی طرح
آپ چُپکے سے چلے آئیں بہاروں کی طرح

آج ان چہروں پہ ہے بکھری ہوئی گرد ملال
جو دمکتے تھے کبھی تازہ بہاروں کی طرح

اے عروسِ زندگی ! اک بار ہو جلوہ نما
منتظر کب سے ہیں ہم اُمیدواروں کی طرح

جنبشِ لب سے بھی پیدا ہے ترنم کا سماں
ان کی ہر اک گفتگو ہے آبشاروں کی طرح

عرشؔ اب عہدِ محبت کی یہی ہیں یاد گار
چند آنسو جو ہیں پلکوں پر ستاروں کی طرح

☆☆

☆

میرے دل میں آرزوؤں کا جہاں بن کر رہو
داستاں کے ساتھ زیبِ داستاں بن کر رہو

کچھ نہیں دشوار ٹکرانا چٹانوں سے جسے
بحرِ عالم میں وہ اک موجِ رواں بن کر رہو

سلسلہ جس کا نہ روزِ حشر تک بھی ختم ہو
وقت کے ہونٹوں پہ ایسی داستاں بن کر رہو

جس کے ہر انداز پر خُود زندگی بھی ہو نثار
زندگی کی وہ بہارِ جاوداں بن کر رہو

عرشؔ کے اشعار کا تم سے تقاضا ہے یہی
عرشؔ کے اشعار میں حسنِ بیاں بن کر رہو

☆☆

☆

جو رنج و مصیبت سے ہم آغوش نہیں ہیں
وہ اپنے فرائض سے سبکدوش نہیں ہیں

یہ بات الگ ہے کہ نہیں اہلِ نظر ہم
ورنہ ترے جلوے کہیں روپوش نہیں ہیں

کیا لطف کہ پاتے ہیں وہی لوگ سزائیں
اس دور میں جو لوگ خطا کوش نہیں ہیں

کچھ ایسے ہی دیوانوں سے قائم ہے زمانہ
دنیا جنہیں کہتی ہے یہ ذی ہوش نہیں ہیں

جو غم بھی زمانے نے دئے دل سے لگائے
اے عرشؔ ہم احسان فراموش نہیں ہیں

☆☆

☆

مُدّت سے نہ یادوں کی کوئی شمع جلی ہے
دل ہے کہ کسی شہر کی وِیران گلی ہے

دل میں ہے ضیا بار تیرا داغ تمنا
صد شکر کہ محفل میں کوئی شمع جلی ہے

کیا جانیے کیا گزری ہے پھر دشت طلب میں
کچھ دور مرے ساتھ تری یاد چلی ہے

آنکھیں ہیں کہ مستی کے چھلکتے ہوئے ساغر
نازک سے وہ لب ہیں کہ شگفتہ سی کلی ہے

خاموشی سے اب دیکھیے انجام ہو جو عرشؔ
طُوفاں کا جدھر رُخ ہے اُدھر ناؤ چلی ہے

☆☆

☆

کسی خوش رنگ غنچے کی طرح جب بھی چٹکتے ہیں
زمانے کی نظر میں خار بن کر ہم کھٹکتے ہیں

اُدھر وہ ہیں کہ مستِ خواب ہیں آغوش منزل میں
اِدھر ہم ہیں کہ اک مدت سے راہوں میں بھٹکتے ہیں

عمل سے بات بنتی ہے اُنہیں یہ کون سمجھائے
جو صبح و شام اک اک آستاں پر سر پٹکتے ہیں

اُبھر آتی ہیں سطحِ ذہن پر کچھ تلخ یادیں بھی
جو تنہائی میں ہم احساس کا دامن جھٹکتے ہیں

جو ارماں تشنۂ تکمیل ہیں اے عرشؔ مدت سے
وہ کانٹوں کیطرح شام و سحر دل میں کھٹکتے ہیں

☆☆

☆

چھا گئے گھِر کے گلستاں پہ تو گہرے بادل
ریگ زاروں پہ کوئی پل بھی نہ ٹھہرے بادل

اِن کی فطرت ہے سمندر پہ برس جاتے ہیں
پیاسی دھرتی کی کہاں سنتے ہیں بہرے بادل

اُن کی آنکھوں میں وہ شوخی، وہ شرارت وہ ہنسی
جیسے بکھرے ہوں فضاؤں میں سنہرے بادل

دل کے صحرا کی تپش اور بھی کچھ تیز ہوئی
گھِر کے آئے جو تیری یاد کے گہرے بادل

زندگی جشن طرب ہے اسے ماتم نہ بنا
تیری آنکھوں میں کیوں یاس کے گہرے بادل

☆☆

☆

محبت میں حیات نو کی یوں تشکیل ہوتی ہے
اُدھر ارشاد ہوتا ہے اِدھر تکمیل ہوتی ہے

نہ دو لب ہائے نازک کو عبث تکلیف جنبش کی
نگاہوں سے بھی اکثر بات باتفصیل ہوتی ہے

وجودِ حق میں مل جاتی ہے ایسے ہستیِ باطل
سحر میں جسطرح تاریک شب تحلیل ہوتی ہے

ہزاروں رنگ بھرتے ہیں جہاں والے مگر پھر بھی
محبت کی حکایت تشنۂِ تکمیل ہوتی ہے

یہی جی چاہتا ہے عرشؔ ان میں غرق ہو جائیں
وہ آنکھیں ہیں،جیسے نیلگوں سی جھیل ہوتی ہے

☆☆

☆

کئی رنگین خوابوں کا تسلسل توڑ دیتے ہیں
مصائب آدمی کو بے سہارا چھوڑ دیتے ہیں

فقیروں سے ہمیشہ نرم گفتاری مناسب ہے
کہ سخت الفاظ دل کے آئینے کو توڑ دیتے ہیں

کسی صورت بھی ہم تقلید پر مائل نہیں ہوتے
نشاں قدموں کے ہوں جس پر وہ رستہ چھوڑ دیتے ہیں

اُنھیں کے دم قدم سے ہے وقارِ زندگی قائم
جو اربابِ جنوں حالات کا رُخ موڑ دیتے ہیں

کہیں تو جا لگے گی عرشؔ آخر عمر کی کشتی
چلو اس کو خدا کے آسرے پر چھوڑ دیتے ہیں

☆☆

☆

لازماً کرنی پڑی تعظیمِ مے خانہ مجھے
اِس محبت سے ملے رندان میخانہ مجھے

پہلے افسانے پہ ہوتا تھا حقیقت کا گماں
اب حقیقت بھی نظر آتی ہے افسانہ مجھے

جانبِ گلشن چلا تو جاؤں لیکن کیا کروں
دیکھتا ہے دیدۂ حسرت سے ویرانہ مجھے

بے خودی میں داستانِ حُسن لب پہ آئے کیا
جب نہیں ہے یاد خود اپنا بھی افسانہ مجھے

ہر ستم پر چپ ہوں لیکن سوچتا رہتا ہوں عرشؔ
یہ مسلسل خامشی کر دے نہ دیوانہ مجھے

☆☆

☆

دل کے بارے میں کوئی بھی گفتگو ہوتی نہیں
رُو بہ رو میرے وہ چشمِ حیلہ جُو ہوتی نہیں

اُس کو حاصل کائناتِ رنگ و بُو ہوتی نہیں
اے محبت جس دل ویراں میں تُو ہوتی نہیں

وہ بھی کیا آنکھیں نہیں ہے جنکو تیرا انتظار
وہ بھی کیا دل جس میں تیری آرزُو ہوتی نہیں

دل کے مٹ جانے سے مٹ جاتی نہیں دل کی خلش
خون ہو کر بھی تمنّا سُرخرُو ہوتی نہیں

اُن سے کُچھ کہیئے تو کیا کہیئے وہ کیا سوچیں گے عرشؔ
بس اِسی اُلجھن میں کوئی گُفتگو ہوتی نہیں

☆☆

☆

جن پہ نثار کرتے رہے اپنا دین لوگ
گزرے نگاہِ شوق سے کیا کیا حسین لوگ

اہلِ قلم، مغنّی، مصوّر، صنم تراش
ملتے ہیں مے کدے میں بلا کے ذہین لوگ

پتھر کو پُوجتے ہیں کدورت بشر سے ہے
کیا کہیے دل میں رکھتے ہیں کیا کیا یقین لوگ

پردے میں کیوں ہے صبحِ مسرت چھپی ہوئی
رہنے لگے ہیں ظلمتِ غم کے رہین لوگ

اے عرشؔ زندگی میں کوئی پُوچھتا نہیں
پھرتے ہیں خوار دہر میں اکثر ذہین لوگ

☆☆

☆

محبت کی ہر اک رنگیں ادا کی آبرو رکھ لی
وفا پر مٹنے والوں نے وفا کی آبرو رکھ لی

نہیں غم اس کا ہم نے خُود ڈبویا اپنی کشتی کو
خوشی یہ ہے کہ ہم نے ناخدا کی آبرو رکھ لی

بھٹکتا پھر رہا ہوں آج تک بحرِ حوادث میں
مگر یہ کم ہے کیا موجِ بلا کی آبرو رکھ لی

زیارت گاہ بن کر رہ گیا اک اک نشاں تیرا
مرے سجدوں نے تیرے نقشِ پا کی آبرو رکھ لی

کسی کی مے فروش آنکھوں کے ادنیٰ سے تغافل نے
بھری محفل میں عرشؔ اک پارسا کی آبرو رکھ لی

☆☆

☆

ہر خوشی درد کے سانچے میں ڈھلی ہو جیسے
نبض ہستی ہے کہ بس ڈوب چلی ہو جیسے

حادثاتِ غم و آلام نے یوں روند دیا
زندگی اک شکستہ سی کلی ہوجیسے

دُور تک بکھری ہوئی راکھ ہے ارمانوں کی
گردشِ وقت بہت تیز چلی ہو جیسے

آپ کی یاد ہے میرے دلِ برباد میں یوں
کسی ویرانے میں اک شمع جلی ہو جیسے

اب نہ وہ رنگ ہے اِس میں نہ وہ خوشبو اے عرشؔ
زندگی اک فسردہ سی کلی ہو جیسے

☆☆

☆

زندگی کی آرزو دل کی تمنّا آپ ہیں
میری دُنیا آپ سے ہے میری دُنیا آپ ہیں

ایک مرکز پر سمٹ آئی ہے ساری کائنات
یہ گماں ہوتا ہے بس دنیا میں تنہا آپ ہیں

جس کی رعنائی سے تابندہ ہے میری زندگی
میری آنکھوں میں وہ رنگیں خوابِ فردا آپ ہیں

اُس کو ہر عالم میں حاصل ہے سکونِ زندگی
صاحبِ قسمت ہے وہ جس کے مسیحا آپ ہیں

عرشؔ صاحب ہر قدم پہ آپ کھاتے ہیں فریب
کس قدر نا آشنائے اہل دنیا آپ ہیں

☆☆

☆

نظر انداز کر دیتی ہیں وہ غفلت شعار آنکھیں
بچھی جاتی ہیں پھر بھی راہ میں یہ خاکسار آنکھیں

نہ آیا ہے نہ آئے گا کبھی وہ اپنے وعدے پر
نہ جانے کس توقع پر ہیں محوِ انتظار آنکھیں

کسی صحرا میں جیسے کوئی چشمہ پھُوٹ پڑتا ہے
وہ یاد آئے تو روئیں اسقدر بے اختیار آنکھیں

بسا اوقات اشکوں سے ملی تسکین سی دل کو
بسا اوقات ہلکا کر گئیں دل کا غبار آنکھیں

فرازِ عرش سے جیسے کوئی اُترا کہ بس اُترا
خلا میں گھُورتی رہتی ہیں یوں دیوانہ وار آنکھیں

☆☆

☆

شمعِ دل سوزِ محبت میں جلی جاتی ہے
زندگی نُور کے سانچے میں ڈھلی جاتی ہے

اس لئے چپ ہیں زمانے کے ہر اک جور پہ ہم
بات نکلے تو بہت دور چلی جاتی ہے

اس طرح یاد تری رہتی ہے اُجڑے دل میں
جیسے ظلمت میں کوئی شمع جلی جاتی ہے

دونوں جانب ہُوا کرتی ہے محبت کی کشش
شمع بھی ہمرہِ پروانہ جلی جاتی ہے

اپنی ہمت سے ہم اے عرشؔ بڑھے ہیں آگے
اور دنیا ہے کہ اس پر بھی جلی جاتی ہے

☆☆

☆

کیا مستیِ صہبا ہے اُن جھیل سی آنکھوں میں
اک کیف کا دریا ہے اُن جھیل سی آنکھوں میں

کیا کہیئے کہ کیا کیا ہے اُن جھیل سی آنکھوں میں
اک اور ہی دُنیا ہے اُن جھیل سی آنکھوں میں

احساسِ محبت کے کھلتے ہیں کنول جس میں
وہ شہرِ تمنا ہے اُن جھیل سی آنکھوں میں

کُچھ کہیئے مگر اس کی تفسیر نہیں ہوتی
اک ایسا بھی سپنا ہے اُن جھیل سی آنکھوں میں

اب دل کے سفینے کا اے عرشؔ خدا حافظ
جو موج ہے دریا ہے اُن جھیل سی آنکھوں میں

☆☆

☆

مئے تحقیق سے جب ہر نفس سرشار ہوتا ہے
شعورِ زندگی کچھ اور بھی بیدار ہوتا ہے

یہ کس منزل پہ لے آئی ہے میری بے خودی مجھ کو
خیال انکا بھی اب تو میرے دل پر بار ہوتا ہے

ہزاروں سال دُہراتی ہے دنیا جس کے افسانے
وہ خود انساں نہیں انسان کا کردار ہوتا ہے

یہ دستور جہاں بھی کیا عجب دستور ہے جس میں
وہی محرومِ حق ہوتا ہے جو حقدار ہوتا ہے

زمانے کی روش نے عرشؔ ثابت کر دیا ہم پر
وہ اکثر ٹھوکریں کھاتا ہے جو خوددار ہوتا ہے

☆☆

☆

حشر سامانی ہے کیا کیا حشر سامانی کے بعد
اک پریشانی ہے پیدا اک پریشانی کے بعد

اس طرح دل مطمئن ہے اشک افشانی کے بعد
اک سکوت بیکراں ہو جیسے طُغیانی کے بعد

یہ محبت ہے ہر اک دستُور ہے اِس کا الگ
چاک دل لازم ہے اس میں چاک دامانی کے بعد

دشتِ غربت میں کسی جان تمنا کا خیال
جیسے آبادی نظر آتی ہے ویرانی کے بعد

اہلِ دنیا کو تعجّب ہے اگر تو اس پہ عرشؔ
ہم ہیں کیوں زندہ مصائب کی فراوانی کے بعد

☆☆

☆

نُور افشاں ہے وہ ظُلمت میں اُجالوں کی طرح
ہم نے پُوجا ہے جسے دل سے شوالوں کی طرح

جب فراموش کریں گے ہمیں دُنیا والے
اور ابھر آئیں گے ہم دل میں خیالوں کی طرح

دشتِ غربت میں جو آئی ہے کبھی یاد وطن
پھُوٹ کے روئے ہیں ہم پاؤں کے چھالوں کی طرح

دل تو کیا چیز ہے ہم رُوح میں اُترے ہوتے
تم نے چاہا ہی نہیں چاہنے والوں کی طرح

عرشؔ بے باکی و حق گوئی ہے مذہب اپنا
ہم نہ بدلیں گے کبھی وقت کی چالوں کی طرح

☆☆

☆

کب تار تار ہو یہ دمکتا ہُوا لباس
پہنے ہوئے ہے زندگی جو خوشنما لباس

طے کر چکا جو ترکِ تمنّا کے مرحلے
اُس بے نیاز کے لئے کیا راکھ کیا لباس

آسیب کہہ کے اُسکو پکارو نہ دوستو
اک رُوح ڈھونڈتی ہے کہاں ہے مرا لباس

انسانیت کا خُون رگوں میں ہے منجمد
جسموں پہ رہ گیا ہے فقط خوشنما لباس

اے عرشؔ مجھ کو اہلِ زمانہ سے کیا غرض
سب سے جدا اصول ہیں سب سے جدا لباس

☆☆

☆

جس خوبیِ کردار پہ مِٹ جاتے ہیں ہم لوگ
اُس خوبیِ کردار کے دُنیا میں ہیں کم لوگ

افسانہ بنا کر بھی بیاں ہو نہیں سکتی
وہ بات جو کہہ جاتے ہیں با دیدہ نم لوگ

چلتے ہیں ذرا ہٹ کے زمانے کی روش سے
یہ ٹھیک کہا آپ نے دیوانے ہیں ہم لوگ

وہ غم بھی محبت میں پرستش کے ہیں قابل
دے جاتے ہیں جو دل کو بہ اندازِ کرم لوگ

کس نام سے اب عرشؔ انھیں یاد کریں ہم
اخلاص کے پردے میں جو کرتے ہیں ستم لوگ

☆☆

☆

حلقۂ موج و تلاطم میں سفینے کی طرح
ہم زمانے میں جیئے جائیں گے جینے کی طرح

نبضِ دنیا کا تسلسل ہے ہمارے دم سے
ہم ہیں دنیا میں دھڑکتے ہوئے سینے کی طرح

بارِ آفات سے سو بار لچک جاتی ہے
زندگی ہے کسی کمزور سے زینے کی طرح

کتنی حسّاس ہیں آنکھیں مری بے حالی پر
اشک برساتی ہیں ساون کے مہینے کی طرح

سخت حیرت ہے وہ حقدار کسی شے کے نہیں
جو یہاں خون بہاتے ہیں پسینے کی طرح

☆☆

☆

زمانے کے ہر اک انداز کو پہچان لیتے ہیں
حقیقت جاننے والے حقیقت جان لیتے ہیں

کلی ہو پھول ہو شبنم ہو ذرّہ ہو ستارہ ہو
نظر والے تجھے ہر رنگ میں پہچان لیتے ہیں

تمہیں ہم سے محبت ہے، تمہیں ہم سے عقیدت ہے
نہیں یہ ماننے کی بات لیکن مان لیتے ہیں

فقط اک دل بڑھانے کو فقط اک بات رکھنے کو
کبھی اہل جنوں اہلِ خرد کی مان لیتے ہیں

سُنا تھا عرشؔ صہبائی بہت مغرور ہیں لیکن
جو دیکھا تو یہ حضرت ہر کسی کی مان لیتے ہیں

☆☆

☆

وہ مائلِ کرم نہ ہوا پھر بھی ہم جئے
دل کا سکوں بہم نہ ہوا پھر بھی ہم جئے

بس اک نظر میں مٹ کے رہی کائناتِ دل
یہ حادثہ بھی کم نہ ہوا پھر بھی ہم جئے

غم کی ہر اک خلش تھی اگرچہ وبالِ جاں
دل کا یہ بوجھ کم نہ ہوا پھر بھی ہم جئے

کن سخت مرحلوں سے نہ گزری وفائے عشق
ہونے کو کیا ستم نہ ہوا پھر بھی ہم جئے

اہلِ جہاں نے غم تو دئے تھے ہزار عرشؔ
کوئی شریکِ غم نہ ہوا پھر بھی ہم جئے

☆☆

☆

کون سا وہ زخمِ دل تھا جو تروتازہ نہ تھا
زندگی میں اتنے غم تھے جن کا اندازہ نہ تھا

ہم نکل سکتے بھی تو کیوں کر حصارِ ذات سے
صرف دیواریں ہی دیواریں تھیں دروازہ نہ تھا

اُس کی آنکھوں سے نمایاں تھی محبت کی چمک
اُس کے چہرے پر نئی تہذیب کا غازہ نہ تھا

دُور کر دے گا زمانے سے مجھے میرا خلوص
مجھ کو اپنی اس صلاحیت کا اندازہ نہ تھا

عرشؔ اُن کی جھیل سی آنکھوں کا اس میں کیا قصور
ڈوبنے والوں کو گہرائی کا اندازہ نہ تھا

☆☆

☆

اُن کی یادوں کی حسیں پرچھائیاں رہ جائیں گی
دل کو ڈسنے کے لئے تنہائیاں رہ جائیں گی

مٹ نہ پائیں گے کسی صورت بھی ماضی کے نقوش
دل کی دیواروں پہ کچھ پر چھائیاں رہ جائیں گی

ہم مسافر ہیں نکل جائیں گے ہر بستی سے دور
اور ہم کو ڈھونڈتی پروائیاں رہ جائیں گی

پھُول سے خوشبو کی صورت ہم جدا ہو جائیں گے
یہ بہاریں یہ چمن آرائیاں رہ جائیں گی

مِثلِ نغمہ ہم فضا میں جذب ہو جائیں گے عرشؔ
گنگناتی گونجتی شہنائیاں رہ جائیں گی

☆☆

☆

اِس کے ہر منظر پہ مٹ جا اِس کا پس منظر نہ دیکھ
زِندگی اک خول ہے اس خول کے اندر نہ دیکھ

غم کے سورج کی تمازت سے پگھل جائیں گے یہ
راحتوں کے عارضی سے خوشنما پیکر نہ دیکھ

تیرے ہر نغمے کی لے میں جذب ہے میرا وجُود
میں فقط آواز ہوں آواز کو چھُوکر نہ دیکھ

اک سکوتِ بیکراں کے کرب کو محسوس کر
پھینک کر خاموش پانی میں کبھی پتھر نہ دیکھ

وہ حسیں یادیں تجھے کچھ اور تڑپائیں گی عرشؔ
آبدیدہ ہو کے ماضی کی طرف مُڑ کر نہ دیکھ

☆☆

☆

آج کے دور کی ظلمت سے نکالو مجھ کو
اور ترساؤ نہ فردا کے اجالو مجھ کو

تم سے بچھڑوں تو نہ جینے کی کوئی شکل رہے
اِتنا چاہو نہ مِرے چاہنے والو مجھ کو

اپنی ہی ذات میں گم ہوں میں بڑی مدت سے
اِن خلاؤں سے کسی طور نکالو مجھ کو

ایک درویش ہوں دن رات دعائیں دوں گا
دل کی اُجڑی ہوئی بستی میں بسالو مجھ کو

تم جو چھو لو گے تو پڑ جائے گی قیمت میری
گیلی مٹّی ہوں کھلونا ہی بنا لو مجھ کو

☆☆

☆

دل میں ہیں جذب غم و درد کے پیکر کتنے
ایک قطرے میں سمائے ہیں سمندر کتنے

اپنی آنکھوں سے لگایا انھیں پھولوں کی طرح
حق پرستوں پہ برستے رہے پتھر کتنے

درو دیوار سے پوچھا ہے تعارف اپنا
اپنے گھر میں ہیں مگر پھر بھی ہیں بے گھر کتنے

اب بھی دل میں ہیں سلگتی ہوئی یادیں کتنی
اب بھی آنکھوں میں ہیں جلتے ہوئے منظر کتنے

عرشؔ کیا دل میں سمائی کہ کریں اسکی تلاش
اپنی ہی ذات سے ہم رہ گئے کٹ کر کتِنے

☆☆

☆

ہر ایک رنگ میں کاٹیں گے ہم سزا ہی سہی
یہ زندگی کسی مفلس کی بد دعا ہی سہی

نہ اس کو بھول کہ میں نے تجھے کیا تخلیق
یہ اور بات ہے تو وقت کا خدا ہی سہی

یہی بہت ہے کہ مجھ پر تری توجّہ ہے
تری نگاہ کا انداز دوسرا ہی سہی

کوئی تو شکل ہو جس سے یہ زندگی گزرے
نہیں کچھ اور تو اک درد لادوا ہی سہی

وہ میری روح میں تحلیل ہو چُکا ہے عرشؔ
اگر وہ مجھ سے جُدا ہے چلو جدا ہی سہی

☆☆

☆

مُسکراتے ہوئے وہ جب بھی گزر جاتے ہیں
دامنِ یاس کو اُمّید سے بھر جاتے ہیں

اس کو رہتی ہے فقط نیلگوں جھیلوں کی تلاش
اور ہم آگ کے دریا میں اُتر جاتے ہیں

کارواں زندگی کا گرمِ سفر رہتا ہے
سینکڑوں حادثے آتے ہیں گزر جاتے ہیں

دل میں گزرے ہوئے لمحات کی یاد آتے ہی
ہم خیالات کی مانند بکھر جاتے ہیں

عرشؔ ہم کون ہیں کیا خود سے ہے رشتہ اپنا
یہ سوالات پریشان سے کر جاتے ہیں

☆☆

☆

آنکھوں میں اشک ہو تو ڈھلکتا ضرور ہے
چہرے سے دل کا درد چھلکتا ضرور ہے

جذبات دل کے آپ کہاں تک دبائیں گے
جذبات کا یہ شعلہ دہکتا ضرور ہے

یہ عین لازمی ہے کہ ہر بات حد میں ہو
لبریز ہو تو جام چھلکتا ضرور ہے

بے شک ہو آدمی کا مقدّر عروج پر
اک بار یہ بھی آنکھ جھپکتا ضرور ہے

پڑتی ہے صاف گوئی کی عادت بدیر عرشؔ
اِنسان ابتدا میں جھجکتا ضرور ہے

☆☆

☆

کتنی آوازوں کا اک شور بپا ہے مجھ میں
ایسا لگتا ہے کوئی شہر بسا ہے مجھ میں

جو ستم بھی ہے وہ مخصوص ہے میری خاطر
زندگی! تو ہی بتا ایسا بھی کیا ہے مجھ میں

اس لئے کھائی نہیں گردشِ دوراں سے شکست
یہ بھی کیا کم ہے کہ جینے کی ادا ہے مجھ میں

بعض اوقات مجھے خود بھی رشک آتا ہے
بات کرنے کا ہر انداز جدا ہے مجھ میں

بھول سکتا نہیں میں اس کو کسی صورت عرشؔ
کوئی نشتر کی طرح ٹوٹ گیا ہے مجھ میں

☆☆

☆

ہم نے اب تک دل سنبھالا تھا مگر کیا کیجئے
ہو ہی جاتا ہے محبت کا اثر کیا کیجئے

چند آنسو، چند آہیں ساتھ کچھ مجبوریاں
اور اپنی داستاں کو مختصر کیا کیجئے

منزلِ ہستی میں ہوں جب دور تک تنہائیاں
اور ملتا ہو نہ کوئی ہمسفر کیا کیجئے

زندگی میں کس طرح حاصل ہو انساں کو سکون
زندگی رہتی نہیں اک حال پر کیا کیجئے

عرشؔ دم بھر کی مصیبت ہو تو کوئی سہہ بھی لے
انتظارِ شامِ وعدہ عمر بھر کیا کیجئے

☆☆

☆

عہدِ رواں کا کرب ہوں فردا کی آس ہوں
میں زندگی میں صورتِ امید و یاس ہوں

اخلاق کے بدن سے نہ مجھ کو اُتاریئے
تہذیب زندگی کا پرانا لباس ہوں

ساحل کی شکل میں ہوں سمندر سے ہمکنار
لیکن نہ بجھ سکی جو کبھی ایسی پیاس ہوں

ماضی نے کر دیا ہے مجھے حال کے سپرد
فردا ہی جانتا ہے میں کس کی اساس ہوں

اے عرشؔ بن سکا نہ کبھی میں زمانہ ساز
اتنا ضرور ہے کہ زمانہ شناس ہوں

☆☆

☆

غم کا جو مرحلہ ہے اس سے گزر جانا ہے
ہم کو اس آگ کے دریا میں اُتر جانا ہے

دل کے جذبات کی تکمیل کہاں تک ہو گی
اک نہ اک روز یہ شیرازہ بکھر جانا ہے

تو ملے یا نہ ملے اس سے نہیں کوئی غرض
جذبۂ شوق کو تاحدِ نظر جانا ہے

وہ تری راہگزر ہو کہ ہو مقتل ہم کو
سر جھکائے ہوئے چُپ چاپ گزر جانا ہے

خود کو پہچان نہ پائیں گے یہ صورت ہو گی
خُشک پتوں کی طرح ہم کو بکھر جانا ہے

☆☆

☆

ترے قریب ہو جو خود سے دُور ہوتا ہے
عمل کا ردِ عمل بھی ضرور ہوتا ہے

جو دل میں جذب ہو صورت وہ مٹ نہیں سکتی
کبھی کبھی مگر ایسا ضرور ہوتا ہے

تُجھے یہ علم ہے تیرے بغیر میں کیا ہوں
اک ایسا لفظ جو معنیٰ سے دُور ہوتا ہے

مجھے عزیز بہت ہے مری یہ تشنہ لبی
کہ تشنگی میں بلا کا سرور ہوتا ہے

وہی سمجھتا ہے کچھ لذّتِ سفر اے عرشؔ
وہ راہگیر جو منزل سے دُور ہوتا ہے

☆☆

☆

مری حیات میں صدیوں کی پیاس رہنے دو
نظر کے سامنے خالی گلاس رہنے دو

میں زندگی سے زیادہ عزیز رکھوں گا
عطا کئے ہیں جو غم میرے پاس رہنے دو

اداس لمحوں میں یہ زندگی سنورتی ہے
نہ گنگناؤ فضا کو اداس رہنے دو

کہیں نہ طنز کریں تم پہ آئندہ نسلیں
فقیرِ شہر کے تن پر لباس رہنے دو

وہ زندگی کے کسی موڑ پر ملے گا عرشؔ
دلِ شکستہ میں اِتنی تو آس رہنے دے

☆☆

☆

یہ زندگی ہے یا کوئی خوابوں کا سلسلہ
حدِ نگاہ تک ہے سرابوں کا سلسلہ

اک دن اُجڑ ہی جائیں گی آنکھوں کی بستیاں
آخر یہ ٹوٹ جائے گا خوابوں کا سلسلہ

کُچھ اس طرح ہے آج کی تہذیب کی روش
صحرا میں جس طرح ہو سرابوں کا سلسلہ

حیرت ہے آج تک اسے دیکھا نہیں کبھی
وابسطہ جس سے ہے مرے خوابوں کا سلسلہ

اس سے زیادہ کچھ نہیں سانسوں کا ربط عرشؔ
آبِ رواں میں جیسے حبابوں کا سلسلہ

☆☆

☆

اک دل ہے غم و درد سے بیزار ہے وہ بھی
جو آس ہے گرتی ہوئی دیوار ہے وہ بھی

گو زندگی ہے دیکھنے میں ایک عمارت
جب غور کریں ریت کی دیوار ہے وہ بھی

جو بات ابھی اس لب نازک پہ نہیں ہے
کیونکر یہ کہوں دل پہ گراں بار ہے وہ بھی

اک پل میں ہے ظاہر کبھی اک پل میں ہے اوجھل
لگتا ہے کوئی سایۂ دیوار ہے وہ بھی

میں جانتا ہوں راہ میں ہیں کتنے مراحل
رُک جاؤں سفر میں کہیں دشوار ہے وہ بھی

☆☆

☆

دُنیا سے رسم و راہ کی کچھ اور بات ہے
اس بے وفا سے چاہ کی کچھ اور بات ہے

جو زندگی میں تشنۂ تکمیل ہی رہی
اُس حسرتِ گناہ کی کچھ اور بات ہے

میرے دلِ تباہ کی پروا نہ کیجئے
میرے دلِ تباہ کی کچھ اور بات ہے

گو جاذبِ نظر ہے چمن کی بہار بھی
لیکن تری نگاہ کی کچھ اور بات ہے

اس ترکِ رسم و راہ کو ہم جانتے ہیں عرشؔ
اس ترکِ رسم و راہ کی کچھ اور بات ہے

☆☆

☆

طوفانِ بلا کی موجوں میں انسان کو بہنا پڑتا ہے
صدمے بھی اٹھانے پڑتے ہیں، خاموش بھی رہنا پڑتا ہے

ہنس کر بھی ہم نے کاٹی تھی رو کر بھی کاٹ رہے ہیں ہم
کیا کیجئے اہلِ محبت کو ہر حال میں رہنا پڑتا ہے

چُپ رہنا چاہیں رہ نہ سکیں، کچھ کہنا چاہیں کہہ نہ سکیں
ہر غم کو اٹھانا پڑتا ہے، ہر رنج کو سہنا پڑتا ہے

انجامِ محبت تلخ سہی، تعظیمِ محبت لازم ہے
دل پر ہر جور زمانے کا ہنس ہنس کر سہنا پڑتا ہے

سچ پوچھئے اپنے مقدر پر انسان کا کوئی زور نہیں
جس حال میں عرشؔ خدا رکھے، اس حال میں رہنا پڑتا ہے

☆☆

ادائے سلام

☆

چہرے سے اپنے گیسوئے مشکیں سنبھال کر
پردے سے اپنا چاند سا مُکھڑا نکال کر
بانکی ادا سے ریشمی آنچل اچھال کر
دیوانہ وار آنکھوں کو آنکھوں میں ڈال کر

کُچھ مسکرا کے اور جبیں تک اٹھا کے ہاتھ
''اُس نے مجھے سلام کیا کس ادا کے ساتھ!''

☆☆☆

''آبروئے غزل'' عرشؔ صہبائی

جسٹس آر، پی، سیٹھی

''عرشؔ صہبائی محض ایک فرد نہیں بلکہ تحریکِ اُردو ادب کے چند سربراہوں میں سے ہیں جن پر نہ صرف ریاست جموں وکشمیر کے عوام فخر کر سکتے ہیں بلکہ پورا برِ صغیر ہندو پاک انکی شاعری سے بُقعہِ نُور رہے۔ وہ محض ایک عام شاعر نہیں بلکہ وہ آج کی اُردو شاعری کی جان ہیں۔ وہ ایک پُرخلوص اور مرنجان مرنجِ ہستی ہونے کے علاوہ آج کے دور کی اُردو شاعری کے بے تاج بادشاہ ہیں اِس کے میرِ کاروان ہیں اور خصوصی طور پر آبروئے غزل ہیں۔ عرشؔ بلاشبہ اُن چند شاعروں میں شمار کئے جاسکتے ہیں جو آج کے نامساعد حالات میں اور اردو زبان کی کسمپرسی کے دور میں بھی اُردو شاعری کی عظمت کو برقرار رکھتے ہوئے بادِ مخالف کی پرواہ کئے بغیر شمعِ ادب اور ثقافت کے پرچم کو بلندیوں کی طرف لے جانے میں گامزن ہیں۔ میں سخنور تو نہیں لیکن سخن شناس ہونے کی کاوش میں میرا اہم عقیدہ ہے کہ جو کلام عرشؔ کا میری نظر سے گزرا ہے اسکے تناظر میں کہہ سکتا ہوں کہ عرشؔ واقعی 'آبروئے غزل' ہیں۔ انہوں نے غزل کو ایک نیا رنگ روپ دے کر اس کو ماضی کی روایت پرستی سے نکال کر اسے جدیدیت اور مابعد جدیدیت کے اثرات سے بچا کر وہ حیثیت اور عظمت بخشی ہے جو شائد بہت سے باوجود چاہنے کے بھی نہ کر پائے ہوں۔ عرشؔ کے کلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ انکا کلام ثقیل اور ناقابلِ فہم الفاظ سے مبرا ہے۔ زبان نہایت سادہ، خیالات پاک وپاکیزہ۔ ہر شعر دل میں اتر جانے والا اور دیرپا اثر چھوڑنے والا ہے۔ عرشؔ کی شاعری کا مطالعہ ایک نایاب سرمایہ ہے۔

مجھے یقین واثق ہے کہ عرشؔ کے شعر کہنے کا انداز انکو اور اردو غزل کو ہمیشہ زندہ رکھے گا اور آنے والا مورخ یا تنقید نگار اگر تعصب کی عینک سے نہ دیکھے تو یہ کہنے پر مجبور ہو جائے گا کہ اُردو غزل کا تذکرہ عرشؔ کے کلام کے بغیر ادھورا ہے۔ مجھے عرشؔ کا شناسا اور ذاتی طور پر واقف کار ہونے پہ فخر ہے'

☆☆☆

LOGO

JK ANJUMAN TARAQI GOJRI ADAB

OUR PUBLICATIONS

1. "Gojri-English Dictionary" by: Dr. Rafiq Anjum 2004

2. "Soghaat" Gojri Poetry by: Dr. Rafiq Anjum 2004

3. "Basic Gojri Grammar" by: M. Mansha Khaki & Dr. Rafiq Anjum 2005

4. "Kaash ! " Urdu Poetry by: Dr. Rafiq Anjum 2006

5. "Gojri Kahawat Kosh" by: Dr. Rafiq Anjum 2007

6. "Banjaara" (A Directory of Gojri Writers) by: Dr. Rafiq Anjum 2007

7. "Peehng" (Gojri Poetry Mukhlis Wajdani) C/ by: Dr. Rafiq Anjum 2007

8. " Aks e Jamal" (Urdu Poetry Arsh Sehbai) 2007

9. " Sajra Phull" Gojri Poetry by Jan M. Hakeem. 2007

10. " Anjum Shanasi" Dr. Shah Nawaz & Dr. Rafiq Anjum 2007

11. Gojri- Urdu- English Dictionary by Dr. Rafiq Anjum ()